حفاظتِ قرآن اور وعدۂ خداوندی

مولانا مفتی محمد علی صاحب صدر شعبہ افتاء جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

اس مقالہ میں ان شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید تحریف لفظی سے پاک ہے۔ جن روایات سے اس قسم کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ منسوخ، منکر، شاذ یا از قبیل تفسیر ہیں۔ نیز بہت سے مقامات میں معترض کی عقل نارسا نے ٹھوکر کھائی ہے۔ کتاب و سنّت صحابہ، تابعین، ائمہ اور محققین اُمت کے اقوال اور ان کی آراء سے اس مسئلہ کو مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے۔

شروع میں چند ایک باتیں بطور تمہید لکھی گئی ہیں۔ اسکے بعد سوال و جواب کے ضمن میں اصل موضوع پر کلام ہوگا۔

نسخ آیات اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۔

جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں۔ اس سے بہتر یا اس کی مثل اور آیات لاتے ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

شانِ نزول امام عبد الرحمن ابن الجوزی البغدادی المتوفی ۵۹۷ھ فرماتے ہیں:

إنّ اليهودَ قالت لمّا نسخت القبلة ان محمّدا يحلّ

لأصحابه اذا شاء ويحرمه عليهم اذا شاء فنزلت هذه الاية[1]
جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو یہود مدینہ نے کہا محمد اپنی منشاء سے جب کسی حکم کے متعلق چاہتے ہیں اسے حلال کر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔ تو اسی اثناء میں یہ آیت اتری۔

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی

زجاج کہتے ہیں: النسخ فی اللغة ابطال شیٔ واقامة آخر مقامه[2] ایک چیز کو باطل کر کے مٹا کر دوسری کو اس جگہ قائم کرنا۔

وفی المراد بهذا النسخ ثلاثة اقوال۔ أحدها رفع اللفظ والحکم۔ والثانی۔ تبدیل الاية بغیرها۔ والثالث رفع الحکم مع بقاء اللفظ[3]
اصطلاح میں۔ تین قول ہیں۔ ۱ لفظ اور حکم دونوں کو رفع کرنا۔ ۲ ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرنا۔ ۳ حکم کو رفع کرنا یعنی ختم کرنا اور لفظ کو باقی رکھنا۔

پہلا سدی کا قول ہے۔ دوسرا مقاتل کا اور تیسرا مجاہد سے منقول ہے۔ نیز پہلے دو معنی ابن عباسؓ سے بھی مروی ہیں۔ نسخ فعل ربانی ہے۔ نسخ اور انساء کی نسبت رب ذوالجلال نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ یعنی ہمارا تصرف ہے۔ کسی انسانی عمل و دخل۔ تحریف یا خیانت کی اسمیں گنجائش نہیں ہے۔ یہ احسان محض ہے اور حکمت خاص کہ ایک مشکل حکم کی بجائے دوسرا آسان حکم نازل فرمایا۔ یا سرے سے ایک حکم مع الفاظ اٹھا لیا۔

یہ بات اس کے علم ازلی کے منافی نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ کو پہلے سے علم تھا کہ یہ حکم ایک خاص مدت تک رہے گا۔ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:
فانه فی اطلاق الشرع انما هو بيان مدة الحکم والتلاوة[4]

---

[1] زاد المسیر فی علم التفسیر ج ۱ ص ۱۲۷
[2] ایضاً ج ۱ ص ۱۲۷
[3] ایضاً
[4] احکام القرآن ج ۱ ص ۵۹

نسخ شرعاً پہلے حکم کی مدت اور اس کے الفاظ کی تلاوت کے اختتام کو بیان کرتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

مخلص کلام آنکہ در علم الٰہی ازلی ہر حکمی را انتہائے ست لیکن مکلفین آں غایت را تمہیدہ بقرائن احوال ظن کنند کہ ایں حکم مستمر خواہد ماند[1]

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہر حکم کی ایک حد مقرر ہے۔ لیکن مکلف لوگ اس کی حد معلوم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے قرائن سے یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ حکم ہمیشہ رہیگا۔

نسخ آیات کی حکمت

پہلے حکم کی بجائے دوسرا حکم نازل کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اہل اسلام اس تبدیلی کو بلا تردد قبول کرتے ہیں یا نہیں؟

الحکمۃُ فی تبدیلھا بمثلھا الاختبار[2]

نسخ پر تواتر اور اجماع ہے

امام ابوبکر الجصاص الرازی فرماتے ہیں:

بل قد عقلت الامۃ سلفھا وخلفھا من دین اللہ وشریعتہٖ نسخ کثیرٍ من شرائعہٖ۔ ونُقِلَ الینا نقلاً لایرتابون بہٖ ولایجیزون فیہ التاویل[3]

یعنی امت کے سلف اور خلف نے اللہ کے دین اور شریعت میں احکام کے نسخ کو بکثرت تسلیم کیا ہے۔ اور قابل قبول ذرائع سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ انہیں اس میں نہ تو شک و شبہ ہے اور نہ ہی ان کے ہاں اس میں تاویل کی گنجائش ہے۔

نسخ اور تحریف میں فرق

بلا شبہ بعض احکام ابتدائی طور پر نافذ ہوئے پھر کچھ عرصہ بعد انہیں اٹھا لیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

---

[1] فتح الخبیر

[2] زاد المسیر ج۱ ص ۱۲۸

[3] احکام القرآن ج۱ ص ۵۹

کے آخری لمحات تک جو قرآن امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام میں موجود تھا۔ اس میں آپ کی وفات کے بعد تغیر رونما ہوا۔ تمام اکابر صحابہؓ سے لے کر آج تک متفقہ طور پر یہ عقیدہ چلا آرہا ہے۔ کہ یہ قرآن وہی ہے۔ جو نبی آخرالزمان پر نازل ہوا۔ لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کسی امام مجتہد۔ محدث اور فقیہہ نے یہ نہیں کہا کہ قرآن مجید ناقص ہے۔

امام ابو محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہریؒ فرماتے ہیں:

"ان القرآن الذی فی المصاحف بایدی المسلمین شرقًا وغربًا فما بین ذلک من اول اُمّ القرآن الی آخر معوذتین کلام اللہ عزوجلّ و وحیہ انزلہ علی قلب نبیّہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کَفَرَ بحرف منہا فہو کافر"[1]

"جو قرآن مجید مصاحف کی شکل میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں شرقًا غربًا پایا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کے اول سے معوذتین کے آخر تک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کی وحی ہے۔ جو اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل کی ہے۔ جو شخص اس کے کسی ایک حرف کا انکار کرے گا۔ وہ کافر ہے"

البتہ اہل تشیع اس کے قائل ہیں کہ بعض غیر خدائی باتیں اس میں شامل کی گئی ہیں۔

انہم اثبتوا فِی الکتابِ مالم یَقُلْہُ اللہ لِیَلْبِسُوْا عَلَی الخلیفۃِ[2]

منافقین نے قرآن میں وہ باتیں بڑھا دی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہیں۔ تاکہ خلق خدا کو فریب دے سکیں۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنا نسخہ مہاجرین اور انصار کو پیش کیا مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا:

---

[1] المحلی ج ۱ ص ۱۵

[2] احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۳۷۱ مطبع ایران النعمان۔

واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا [1] بخدا ۔ آج کے بعد آپ اس قرآن کو دیکھنے نہ پائیں گے ۔

ائمہ اثنا عشریہ میں سے کسی ایک سے بھی موجودہ قرآن کی تصحیح و تکمیل صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے ۔

امام ابن حزم اندلسیؒ اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فبیقین ندری انه لایختلف مسلمان فی أنّ الله تعالیٰ افترض التبلیغ علی رسوله صلی الله علیه وسلم وانه علیه الصلاة والسّلام قد بلّغ کما أمر۔ قال الله تعالیٰ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلّغت رسالته وقال الله تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون وقال الله تعالیٰ۔ سنقرئك فلا تنسی الا ما شاء الله۔ وقال الله تعالیٰ ما ننسخ من آیة أو ننسها نأت بخیر منها أو مثلها فصح ان الآیات التی ذهبت لو أُمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بتبلیغها لبلغها لحفظت ولو حفظت ما ضرها موته کما لم یضر موته علیه السّلام کل ما بلّغ فقط من القرآن وإن کان علیه السلام لم تبلغ او بلغه فأنسهُ هو والناس أو لم ینسوه لکن لم یامر علیه السّلام أن یکتب فی القرآن فهو منسوخ بیقین من عند الله تعالیٰ لایحل ان یضاف إلی القرآن [2]

الحاصل یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ کرنا فرض کیا

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۶۳۳ طبع طہران

[2] المحلی ص ۲۸۵ و ۲۸۶ ج ۲

اور آپ نے اپنی تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اسے پہنچا دیجئے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ نیز ارشاد ہے۔ ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ نیز ارشاد ہے۔ ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ آپ نہ بھولیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ نیز ارشاد ہے۔ ہم جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں۔ اس سے بہتر یا اس کی مثل اور لاتے ہیں۔ جو آیات اس وقت موجودہ قرآن میں نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ان کی تبلیغ کا حکم ہوتا تو آپ اپنی امت تک انہیں ضرور پہنچاتے۔ اس طرح وہ مامون اور محفوظ ہو جاتیں۔ آپ کی موت انہیں محو نہ کرتی۔ جیسا کہ موجودہ آیات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت نے نہیں کیا۔ بلکہ مامون اور محفوظ کر دیا۔ جن آیات کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ یا تبلیغ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت سے وہ جز و بھلا دیا گیا۔ یا بھولے تو نہیں لیکن قصداً آپ نے انہیں لکھنے کا حکم نہیں دیا جیسے آیات رجم۔ تو وہ بالیقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسیاً منسیا کے حکم میں ہے۔ قرآن کی طرف انکی نسبت جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کی تشریح

"لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ قَدْ أَخَذْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ مَا يُدْرِيهِ مَا كُلُّهُ۔ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْآنٌ كَثِيرٌ [1]"

کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے تمام قرآن حاصل کر لیا ہے۔ اسے کیا علم کہ کل کیا ہے ان میں سے کافی قرآن چلا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت میں نسخ آیات کا اقرار ہے یعنی یہ کہنا کہ "میں نے بعینہٖ تمام اس وحی الٰہی کو اخذ کر لیا ہے جو قرآن کے نام سے حضرت جبرائیل علیہ السلام

---

[1] درمنثور ج ۱ بحوالہ اتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۵ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

لائے تھے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں" اس قسم کے الفاظ کہنے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا ہے اس کے بعد جو جملے موجود ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ ایسے شخص کو یہ کہنا چاہیے کہ تحقیق میں نے قرآن میں سے اتنا حصہ اخذ کیا ہے جو کہ موجود ہے (اتقان مترجم ج ۲ ص ۷۳)۔

ولکن لیقل قد اخذت ما ظھر منه (درمنثور ج ا ص ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مزاج میں اس قسم کی احتیاط بہت تھی چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے یہ کوئی نہ کہے "صُمْتُ رَمَضَانَ کُلَّهٗ" میں نے مکمل رمضان کے روزے رکھے۔ کیونکہ کل رمضان میں رات بھی داخل ہے حالانکہ کوئی شخص رات کو روزے نہیں رکھتا۔

سورۃ خلع اور سورۃ حفد کی حقیقت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابی بن کعب کی روایات میں سورہ خلع اور حفد کی عبارت یوں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ نَخْشٰى عَذَابَكَ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

(اتقان مترجم ج ا ص ۱۶۳)

امام بیہقیؒ اور ابو داؤدؒ نے المراسیل میں خالد بن عمران سے روایت کی ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں قوم مضر کے لیے قنوت پڑھ کر بددعا کرنے کا ارادہ کیا تھا اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے یہ سورت بمعہ آیت کریمہ لیس لك من الامر الآیۃ آپ پر نازل کیں۔ یہ ادعیہ ہیں جو قنوت میں بددعا کرنے کے لیے اتاری گئیں، قرآن نہیں بعض نے اسے سورۃ کا عنوان دے دیا اور اپنے مصاحف میں درج کر لیا۔ حضرت ابی بن کعب جمع قرآن کے معاملہ میں حضرت عمرؓ کے دور میں ایک خاص حیثیت کے مالک تھے۔ اگر یہ سورتیں قرآن مجید میں داخل ہوتیں تو عہد عثمانی میں بدستور موجود رہتیں کیونکہ مصحف عثمانی کا دارو مدار عہد

فاروقی پر تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کے قول کی تشریح و توضیح

اس کے متعلق روایت دراصل یوں ہے کہ ابوعبید نے کہا کہ ہم سے حجاج نے بواسطہ حماد بن سلمہ عن علی زید عن ابی حرب بن ابی الاسود عن ابی موسیٰؓ بیان کیا ہے۔ کہ ابوموسیٰؓ نے کہا ایک سورۃ مثل سورۃ برات کے نازل ہوئی تھی مگر پھر وہ سورۃ اٹھالی گئی اور اس میں سے صرف اتنا حصّہ محفوظ رکھا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ سَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَاخَلَاقَ لَھُمْ وَلَوْاَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَایَملأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ[1]

اس عبارت میں تصریح ہے کہ پھر وہ سورت اٹھالی گئی اور اس میں سے صرف اتنا حصّہ محفوظ کیا گیا اور جو حصّہ محفوظ رکھا گیا وہ اب بھی محفوظ ہے جو قابل تسلیم ہے۔ حدیث میں بھی یہی مضمون ان الفاظ سے موجود ہے۔

یہ سورۃ بیّنہ ہے جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے:

وَاَخْرَجَ ابْنُ خُزَیْمَۃَ عَلِیّ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّ اُبَیًّا یَزْعَمُ اَنَّکَ تَرَکْتَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ اٰیَۃً لَمْ تَکْتُبْھَا قَالَ وَاللّٰہِ لَاَسْئَلَنَّ اُبَیًّا فَاِنْ اَنْکَرَ لَتُکَذِّبَنَّ فَلَمَّا صَلّٰی صلوٰۃ الْغَدَاۃِ غَدَا عَلٰی اُبَیٍّ فَاَذِنَ لَہٗ وَطَرَحَ لَہٗ وِسَادَۃً قَالَ یَزْعَمُ اَنِّیْ تَرَکْتُ اٰیَۃً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ لَمْ اَکْتُبْھَا فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْاَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ تَبْلُغُ اِلَیْھِمَا وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ

---

[1] الاتقان مترجم ج ۲ ص ۷۵ نور محمد اصح المطابع کراچی

وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ فَقَالَ عُمَرُ أَفَأَكْتُبُهَا قَالَ لَا أَنْهَاكَ
قَالَ فَكَانَ أُبَيًّا شَكَّ أَقَوْلٌ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
او قُرْآنٌ مُنزَلٌ [1]

اس روایت میں واضح ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے مصاحف میں درج کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے انکار کر دیا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ شک میں پڑ گئے کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادت میں داخل ہے یا قرآن منزل ہے اس لیے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اسے قرآن میں درج نہیں کیا۔

۴۔ سورہ برارت کے متعلق حضرۃ حذیفہ کا قول اور اسکا مطلب

درمنثور میں ہے:

أَخْرَجَ ابوالشیخ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی الله عَنْهُ مَا تَقْرَءُوْنَ ثلثها یعنی آپ لوگ اس وقت سورۃ برارت کا صرف ایک تہائی حصہ پڑھتے ہیں۔

اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ فی الحال موجودہ قرآن میں سورہ برارت کے جو دو حصے درج نہیں ہیں۔ مصاحف میں بالاتفاق ان کو درج نہیں کیا گیا۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ماتقرءون میں تمام اہل اسلام کو خطاب ہے۔ تو گویا یہ حصہ منسوخ التلاوۃ ہے۔

۵۔ سورۃ احزاب کے بارے میں حضرۃ ابی بن کعب کا بیان اور اسکا مطلب

اس سورۃ کے متعلق درمنثور میں حضرت ابیؓ بن کعب سے مکمل روایت یوں ہے:

عَنْ ذَرٍّ قَالَ لِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ سُوْرَةَ الْأَحْزَابِ أَوْ كَمْ تَعُدُّهَا قُلْتُ ثَلَاثًا وَسَبْعِيْنَ فَقَالَ أُبَيٌّ قَدْ رَأَيْتُهَا

---

[1] درمنثور ج ۶ ص ۲۰۸ مطبوعہ بیروت لبنان

وَأَنَّهَا لَتُعَادِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَلَقَدْ قَرَأْنَا فِيهَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ فَرُفِعَ مِنْهَا مَا رُفِعَ۔

(ج ۵ ص ۱۷۹ طبع بیروت)

آخری جملہ قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر اسی حصّہ کو اٹھالیا ۔ یہ اُٹھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا ۔ کیونکہ آپ کے بعد تو اُٹھانے کا کوئی مطلب نہیں بلکہ وہ ضائع ہونا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :

قَالَ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تجذعن من آيَةِ الرَّجْمِ فَإِنَّهَا آيَةٌ نُزِلَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَقَرَأْنَا وَلٰكِنَّهَا ذَهَبَتْ فِي قُرْآنٍ كَثِيرٍ ذَهَبَ مَعَ مُحَمَّدٍ وَآيَةٌ ذٰلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَمَ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدْ رَجَمَ وَرَجَمْتُ بَعْدَهُمَا وَأَنَّهُ سَيَجِيءُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يُكَذِّبُونَ بِالرَّجْمِ [1]

یعنی قرآن کا بہت سا حصّہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیا اور آپؐ سے بھلا دیا گیا ۔ جس میں سے آیت رجم بھی ہے جو سورۃ احزاب وغیرہ میں تھی ۔

اس روایت سے اس بات کا بھی بخوبی پتہ چل گیا کہ حضرت عمرؓ آیت رجم کو پیش کر رہے ہیں جواب جزو قرآن نہیں رہا حالانکہ وہ کتاب اللہ میں جزو متلو تھا اور معمول بہا تھا اور معمول بہا اب بھی ہے ۔ امام محمد ابنؒ حزم تحریر فرماتے ہیں :

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ وَلٰكِنَّهَا نُسِخَ لَفْظُهَا وَبَقِيَ حُكْمُهَا وَلَوْ لَمْ يُنْسَخْ لَفْظُهَا لَأَقْرَأَهَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ زِرًّا بِلَا شَكٍّ وَلٰكِنَّهُ

---

[1] درمنثور ج ۵ ص ۱۷۹ طبع بیروت ۔

أَخْبَرَهُ بِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَمْ يَقُلْ لَهُ أَنَّهَا تَعْدِلُ الْآنَ فَصَحَّ نَسْخُ لَفْظِهَا[۱]

ابومحمد کہتے ہیں کہ آیات رجم کے الفاظ منسوخ ہوگئے ہیں اور انکا حکم باقی ہے۔ اگر ان کے الفاظ منسوخ ہوتے تو ابی بن کعبؓ زر بن جیش کو یہ آیات ضرور پڑھاتے لیکن ابی بن کعبؓ نے ان کو صرف اس بات کی خبر دی۔ کہ یہ سورۃ سورہ بقرہ کے برابر تھی اور یہ نہیں کہا کہ ابھی سورۃ بقرہ کے برابر ہے لہذا ان کے الفاظ کی نسخ صحیح ہے۔

۶۔ سورہ بیّنہ کے بارے میں حضرۃ ابی بن کعبؓ کا موقف

اس کے بارے میں تفصیل ص۳ میں گذر چکی ہے کہ حضرت ابیؓ بن کعب نے خود مکمل طور پر آیات متروکہ پر اطمینان نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ کے سامنے تردّد میں پڑ گئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا وحی منزل ہے جیسا کہ درمنثور کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے تو ایسی چیز کو قرآن میں سے کیسے سمجھا جا سکتا ہے پھر حضرت عمرؓ جیسا شخص اسے قرآن میں کیسے درج کر سکتا ہے جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں معمولی سی جرأت کو برداشت نہیں کر سکتا اور کہتا ہے کہ گواہ لاؤ ورنہ کوڑے کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

۷۔ قرآنی حروف کے متعلق حضرت عمرؓ کی تفصیل

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں (مرفوعاً عن الطبرانی) قرآن میں دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں (الاتقان مترجم ج ۱ ص ۱۷۶) اس سے پہلی فصل میں ج ۱ ص ۱۷۵ میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے قرآن کریم کے کلمات کا شمار ستتر ہزار نو سو تینتیس "۹۲۳" بتایا ہے۔ معترض نے تلبیس سے کام لیا ہے۔ مجموعہ عبارت کو حضرت عمرؓ کے کلام میں داخل کر دیا۔ حالانکہ پہلی فصل میں کلمات کی تعداد کا ذکر ہے اور دوسری فصل میں حروف کی تعداد بتائی گئی ہے۔ واضح رہے کہ کلمات

---

[۱] المحلی ج ۸ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر

حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں اس لحاظ سے کلمات کی تعداد سے کم ہونی چاہیے تھی۔

۸۔ عُشر رضعات معلومات کے بارے میں حضرة عائشہ کی توضیح

مسلم میں ہے: عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت کان فیما انزل من القران عشر رضعات معلومات یُحَرِّمن ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِيَ فیما یقرءُ مِنَ الْقُرآن [1]

یعنی عشر رضعات معلومات کے الفاظ خمس معلومات سے منسوخ ہو گئے تھے۔
لیکن اس کے باوجود آپ کی وفات کے بعد بھی یہ الفاظ پڑھے جا رہے تھے۔
اس آیت کا نزول بہت مؤخر ہوا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی بعض لوگ اسی طرح خمس رضاعات پڑھتے رہے اور وہ سے قرآن متلو سمجھتے رہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: لِکَوْنِہٖ لَمْ یَبْلُغْہُ النَّسْخُ لِقُرْبِ عَھْدِہٖ فَلَمَّا بَلَغَھُمُ النَّسْخُ بَعْدَ ذٰلِکَ رَجَعُوْا عَنْ ذٰلِکَ وَاَجْمَعُوْا اَنَّ ھٰذَا لَا یُتْلٰی [2]

کیونکہ ان بعض افراد کو ان آیات یعنی خمس رضعات معلومات کی نسخ کا علم نہ ہوا اسلیے کہ آپ کا زمانہ وفات ابھی قریب تھا۔ جب ان کو نسخ کا علم ہوا تو وہ اس سے ہٹ گئے اور سمجھ گئے کہ ان کی تلاوت نہیں کی جائے گی۔

۹۔ آیت رجم کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۴۶۹ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] نووی شرح مسلم ص ۴۶۸ نور محمد اصح المطابع کراچی

وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ آيَةُ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَرَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ وَأَخْشَى أَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَيَتْرُكُ فَرِيضَةً أَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَأَنَّ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ۔

(المحلی ج ا ص ۲۸۶)

اس روایت میں اس بات پر سخت نکیر کیا گیا کہ کوئی شخص کتاب اللہ کے حوالے سے رجم کا انکار کر دے حالانکہ رجم حق ہے اور کتاب اللہ کا مسئلہ ہے اور اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اب یہ کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے ورنہ تنبیہ کا کوئی مقصد نہیں۔ حضرت عمرؓ خود خود جامع قرآن تھے ان کے اقرار سے ثابت ہے کہ آیت رجم اب مصحف میں درج نہیں ہے۔ فکان فیھا انزل آیۃ الرجم کے الفاظ اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ بایں ہمہ وہ اسے قرآن میں درج نہیں کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ منسوخ التلاوۃ ہے اور حکم بدستور باقی ہے۔ اسی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ منسوخ التلاوۃ کا جب حکم باقی ہو اور لوگ حکم کا انکار کر کے گمراہ ہو رہے ہوں تو بجائے انکار اور گمراہی کے اگر تلاوت کو برقرار رکھا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں لیکن خطرہ یہ ہے کہ اس کتاب اللہ میں زیادتی کا عنوان دیکر مجھے مطعون کیا جائے گا اور لوگ قرآن کے بارے میں جری ہو جائیں گے۔ بنابریں اختیار کے باوجود حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا۔ امام ابن حزمؒ نے باسناد جید نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیتِ رجم کتاب اللہ میں لکھنے کی اجازت طلب کی تھی مگر آپؐ نے اجازت نہ دی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آیتِ رجم کو کبھی بھی مصحف میں لکھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے زمانہ میں۔

قَالَ عُمَرُ رضؓ لَمَّا نَزَلَتْ (اى اية الرجم) أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أُكْتُبْنِيْهَا قَالَ شُعْبَةُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا تَرٰى اَنَّ الشَّيْخَ اِذَا لَمْ يُحْصِنْ جُلِدَ وَاَنَّ الشَّابَّ اِذَا زَنٰى وَقَدْ أَحْصَنَ رُجِمَ . . . . لِاَنَّ اٰيَةَ الرَّجْمِ اِذَا نَزَلَتْ حُفِظَتْ وَعُرِفَتْ وَعَمِلَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَكْتُبْهَا نُسَّاخُ الْقُرْاٰنِ فِى الْمَصَاحِفِ وَلَا أَثْبَتُوْا لَفْظَهَا فِى الْقُرْاٰنِ وَقَدْ سَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذٰلِكَ كَمَا اَوْرَدْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ فَصَحَّ نَسْخُ لَفْظِهَا وَبَقِيَتِ الصَّحِيْفَةُ الَّتِىْ كُتِبَتْ فِيْهَا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَكَلَهَا الدَّاجِنُ وَلَا حَاجَةَ بِاَحَدٍ اِلَيْهَا وَهٰكَذَا الْقَوْلُ فِىْ اٰيَةِ الرَّضَاعَةِ وَلَا فَرْقَ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت رجم نازل ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ میں نے کہا کہ مجھے لکھ دیجئے۔ شعبہ کا بیان ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ دینے کو ناپسند کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ دراصل شیخ اور شاب یعنی بوڑھے اور جوان کی شرط اتفاقی ہے۔ جب بوڑھا شادی شدہ ہو اسے زنا کرنے پر کوڑے مارے جاتے ہیں اور جب جوان شادی شدہ زنا کرے تو اسے رجم کیا جاتا ہے۔ . . . . . جب آیت رجم نازل ہوئی لوگوں نے اسے حفظ کیا اور پہچانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کیا یعنی اس کا حکم نافذ کیا لیکن کاتبوں نے قرآنی نسخوں میں اس آیت کو نہ لکھا اور قرآن کی تلاوت میں اس کے الفاظ کو شامل نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھ کر نہ دیا۔ لہذا اس آیت کے الفاظ منسوخ ہو گئے۔ صرف وہ نسخہ جس میں

---

[1] المحلی ج ۸ ص ۲۸۵ مطبوعہ مصر۔

یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔ اسے بکری کھا گئی اور کسی کو اس کی ضرورت نہ رہی تھی آیت رضاع کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے۔

درمنثور میں روایت ہے ؛

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ مَعَہُ الْکِتَابَ فَکَانَ فِیْمَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃُ الرَّجْمِ فَرَجَمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَہٗ ثُمَّ قَالَ قَدْ کُنَّا نَقْرَاُ وَلَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ فَاِنَّہٗ کُفْرٌ بِکُمْ اَنْ تَرْغَبُوا عَنْ اٰبَائِکُمْ۔

آیت رجم کے متعلق تفصیلاً پہلے گذر چکا ہے۔ دوسری آیت بھی رجم کی طرح آیت منسوخ التلاوۃ ہے مگر حکماً باقی ہے۔ (درمنثور ج[1] ص ۱۰۶)

قَدْ کُنَّا نَقْرَاُ یعنی ہم کسی وقت پڑھا کرتے تھے اب یادداشت کے باوجود اسے نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور آپ پر کتاب اتاری ہے۔ اس کتاب میں آیت رجم بھی تھی۔ آپ نے رجم کو نافذ کیا اور ہم نے بھی رجم کے عمل کو جاری رکھا۔ پھر کہا کہ ہم یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔

لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ فَاِنَّہٗ کُفْرٌ بِکُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ۔

یعنی اپنے باپ دادوں سے اور ان کی طرف نسبت کرنے سے اعراض نہ کرو۔ یہ کفر ہے کہ تم ان کی طرف نسبت سے اعراض کرو۔

آیۃ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اور اس کے حذف کا الزام

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بروایت ابن مردویہ یہ روایت موجود ہے لیکن اس

---

[1] مطبوعہ ایران۔

کی سند مذکور نہیں۔ اس روایت سے قبل تین اور روایتیں موجود ہیں۔

۱۔ اَخْرَجَ اَبُو الشَّیْخِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ بِرِسَالَۃٍ فَضِقْتُ بِھَا ذَرْعًا وَ عَرَفْتُ اَنَّ النَّاسَ مُکَذِّبِیَّ فَوَعَدَنِیْ لَاُبَلِّغَنَّ اَوْ لَیُعَذِّبَنِیْ فَاُنْزِلَ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ [1]

۲۔ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ اَبِیْ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبُو الشَّیْخِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ قَالَ یَا رَبِّ اِنَّمَا اَنَا وَاحِدٌ کَیْفَ اَصْنَعُ یَجْتَمِعُ عَلَیَّ النَّاسُ فَنَزَلَتْ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ [2]

۳۔ وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ وَابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ [3]

پہلی روایت میں تصریح ہے کہ رسالت و نبوت کے پیغام کی پاسبانی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں بھی یہی مضمون ہے اور تیسری روایت میں شان نزول کا ذکر ہے کہ حضرت علیؓ کے اعزاز و اکرام کے لیے نازل ہوئی نہ یہ کہ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ آیت کا جزو ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ غدیر خم کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہزاروں جان نثار صحابہ کی جماعت موجود تھی جبکہ حجۃ الوداع میں آپ سوا لاکھ انسانوں کو حج پڑھا کر واپس مدینہ تشریف لا رہے

---

[1] درمنثور ج ۲ ص ۲۹۸ مطبوعہ بیروت

[2] ایضاً

[3] ایضاً

تھے تو پھر خوف و خطر کی کیا بات تھی ہمارے سامنے مجمع البیان فی تفسیر القرآن موجود ہے جو چھٹی صدی کے اکابر علماء امامیہ الشیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی کی تصنیف ہے۔

۱ عن ابن عباس وجابر بن عبد اللہ قالا۔ اَمَرَ اللّٰہُ مُحَمَّدًا (ص) اَنْ یَّنْصَبَ عَلِیًّا (ع) لِلنَّاسِ فَیُخْبِرُھُمْ بِوَلَایَتِہٖ فَتَخَوَّفَ رسول اللہ (ص) اَنْ یَّقُوْلُوْا حَابیٰ اِبْنَ عَمِّہٖ وَاَنْ یَّطْعَنُوْا فِیْ ذٰلِکَ عَلَیْہِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فَقَامَ بِوَلَایَتِہٖ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ۔

اس سلسلہ کی مختلف روایات کے بعد آخر میں لکھتے ہیں :

۲ وَقَدِ اشْتَھَرَتِ الرِّوَایَاتُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ اَنَّ اللّٰہَ اَوْحیٰ عَلیٰ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّسْتَخْلِفَ عَلِیًّا عَلَیْہِ الصلوٰۃُ وَالسَّلَامُ فَکَانَ یَخَافُ اَنْ یَّشُقَّ ذٰلِکَ عَلیٰ جَمَاعَۃٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ تَشْجِیْعًا لَہٗ عَلَی الْقِیَامِ بِمَا اَمَرَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِاَدَائِہٖ وَالْمَعْنیٰ اِنْ تَرَکْتَ تَبْلِیْغَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَکَتَمْتَہٗ کُنْتَ کَاَنَّکَ لَمْ تُبَلِّغْ شَیْئًا مِّنْ رِسَالَاتِ رَبِّکَ فِی اسْتِحْقَاقِ الْعُقُوْبَۃِ۔ (مجمع البیان ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ علی علیہ السلام کو لوگوں کے لیے خلیفہ مقرر کر کے ان کی ولایت کا اعلان کریں۔ آپ اس بات سے ڈر گئے کہ لوگ کہیں گے اس نے اپنے چچا زاد بھائی کی بڑی رعایت ملحوظ رکھی ہے اور طعنہ دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی۔ آپ نے غدیر خم کے روز ولایت علی کا اعلان کیا۔

ترجمہ: ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہما السلام سے یہ روایت بدرجہ شہرت منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کہ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیفہ نامزد کریں۔ آپ ڈر گئے کہ میرے اصحاب کو یہ ناگوار ہوگا۔ حکم کی بجا آوری پر آپ کو جرأت

دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کی یعنی اگر آپ نے ما انزل اللہ کی تبلیغ چھوڑ دی اور کتمان سے کام لیا تو آپ مستحق عذاب ہونگے اور گویا پیغامات رسالۃ میں آپ نے کچھ بھی حق ادا نہیں کیا۔

۱۱- آیت کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیٍّ کی حقیقت (از فتح البیان ثعلبی)

امامیہ کی تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کے بارے میں یوں لکھا ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اَیْ مُبَاشَرَةَ الْقِتَالِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الرِّيْحِ الشَّدِيْدِ الْبَارِدَةِ الَّتِیْ اَزْعَجَتْهُمْ عَنْ اَرَاكِنِهِمْ وَبِمَا اَرْسَلَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَبِمَا قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الرُّعْبِ[1] یعنی یہ کفایت خداوندی تیز وتند ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے تھی جس نے ان کو ان کے ارادے سے باز رکھا۔ دوسری فرشتوں کی وجہ سے اور تیسری ان کے دلوں میں رعب ڈال کر۔ اس کے بعد متصل صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں وَقِيْلَ بِعَلِیٍّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ع "یعنی بعض نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے کفایت خداوندی حاصل ہوئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ لفظ "بِعَلِیٍّ" کفایت خداوندی کی تفسیر ہے جزو قرآن نہیں۔ اگر کسی نے اسے آیت سے ملا کر پڑھا ہے تو بطور تفسیر کے نہ کہ بطور قرآن پڑھا ہے۔

۱۲- اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی اٰدَمَ کی آیت میں آل محمد کا لفظ اور اسکا قصہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی اٰدَمَ الآیۃ میں لفظ "اٰلِ مُحَمَّدٍ" بطور تفسیر کے بعض نے قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

وَفِیْ قِرَاْءَةِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ (ع) عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَقَالُوْا

---

[1] مجمع البیان ج ۲۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ بیروت۔

اَیۡضًا اَنَّ اٰلَ اِبۡرَاهِیۡمَ هُمۡ اٰلُ مُحَمَّدٍ "ص" اَلَّذِیۡنَ هُمۡ اَهۡلُهٗ ۔ (ج ٣ ص ٦٢)

یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آلِ ابراہیم علیہ السّلام کے نسب میں ہونا واضح ہے اور فضائل میں بھی اس سے کم نہیں۔ اہلِ بیت خاندان اپنے فضل و اکرام خداوندی کو ظاہر کرنے کے لیے بطور تحدیث نعمت اسے قرآن سے ملا کر پڑھتے تھے۔ اگر یہ لفظ "آلِ محمد" قرآن مجید کا جزو ہوتا تو پھر تمام مسلمان ایسا ہی پڑھتے اس میں اہل بیت کی خصوصیت کا کیا سوال ہے۔ علامہ ثعلبی نے جو اسے آیت کا جزو قرار دیا ہے انکی حدیث دانی کا عنقریب آگے ذکر آئے گا۔ نیز اس قسم کی تمام روایات بلاسند ہیں جو امورِ نزاعیہ میں قطعاً حجت نہیں چہ جائیکہ انہیں قرآن کے باب میں حجت مان لیا جائے جس کا ثبوت متواتر ہے

فائدہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول "ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ" کا مطلب یہ ہے کہ نسخ اور انساء کے ذریعہ قرآن مجید کا کافی حصہ چلا گیا ہے جس کا وصول ناممکن ہے۔

الفاظ یہ ہیں: لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ۔ جس بات سے روکنا مقصود ہے وہ یہ ہے "کہ کوئی یوں کہے کہ میں نے کل قرآن کو حاصل کر لیا" حالانکہ کل قرآن میں تو نسخ اور انساء بھی جاری ہوا ہے اور اس کا حصول ناممکن ہے۔

ذَهاب کے معنی ہیں چلے جانا، گذر جانا۔ (المنجد میں ہے ذَهَبَ۔ ذَهَابًا وَذُهُوْبًا وَمَذْهَبًا سَارَ مَضٰى، مَاتَ۔ الأمر: انقضى۔ عَلَيَّ الشيءُ نسيتُهٗ [1] یعنی کسی کام کا طے ہو جانا۔ ذَهَبَ عَلَيَّ الشَّيْءُ۔ مجھ پر یہ بات چلی گئی یعنی میں اُسے بھول گیا وغیرہ۔ اس عبارت میں حضرت ابن عمرؓ نے یہ تو نہیں کہا کہ قرآن میں کثیر ردو بدل ہو گیا۔ ذہاب کے معنی ردّ و بدل ہونے کا تو نہیں آتا۔ جبکہ عادتِ خداوندی متعین اور نسخ اور انساء کے ذریعے جو کہ فعلِ خداوندی ہے قرآن مجید کا کچھ حصہ چلا گیا تو ذہاب سے مراد یہی خاص صورت متعین ہوگی۔

امام ابن حزمؒ نے باسنادِ جید حضرت عمرؓ کا قول نقل فرمایا ہے اُس میں بھی یہی ہے کہ آیت

---

[1] المنجد عربی ص ٢٣٨ مطبوعہ بیروت

رجم کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کثیر چلا گیا۔ الفاظ یہ ہیں: لکنھا (آیۃ الرجم) ذھبت فی قرآن کثیر۔ ذھب مع محمد۔ یہاں وہی ذھبت اور ذھب کے الفاظ ہیں حالانکہ آیت رجم کے اندراج کے لیے (اکتبھا۔ کیا میں اسے لکھ لوں) حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت بھی طلب کی تھی لیکن آپؐ نے اجازت نہ دی کما مرّ مفصلاً۔

اہل السنۃ کا موقف یہ ہے کہ جس قرآن کی تبلیغ آخری عمر تک آپ پر فرض رہی اور قرآن کے نام سے اس کے اندراج سے بھی آپؐ نے منع نہیں کیا وہ قرآن بالکل مامون و محفوظ ہے جس کی حفاظت خود صاحب کلام کے ذمّہ ہے: إنا نحن نزلنا الذکر وإنا لہ لحافظون۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

وَلَوْ حُفِظَتْ مَا ضَرَّهَا مَوْتُهُ كَمَا لَمْ يَضُرَّ مَوْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلَّ مَا بَلَّغَ فَقَطْ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُبَلِّغْ أَوْ بَلَّغَهُ فَأُنْسِيَهُ هُوَ وَالنَّاسُ أَوْ لَمْ يَنْسَوْهُ لَكِنْ لَمْ يَأْمُرْ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُكْتَبَ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ مَنْسُوخٌ بِيَقِينٍ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالَى لَا يَحِلُّ أَنْ يُضَافَ إِلَى الْقُرْآنِ [1]

یعنی منسوخ کردہ آیات کی آپؐ تبلیغ کرتے تو وہ قرآن میں محفوظ ہو جائیں اور آپ کی موت کے بعد بھی باقی رہتیں جیسے اور آیات محفوظ ہیں۔ جن آیات کی آپ نے تبلیغ نہیں کی یا آپؐ کو اور امت کو بھلا دی گئیں ہیں۔ یا آپؐ نے قرآن میں لکھنے کا ان کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا تو یہ سب نسیان کی مد میں آتی ہیں۔ قرآن کی طرف ان کی اضافت جائز نہیں۔

حضرت عمرؓ کا وہ قول جو انہوں نے خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور پھر آپ نے حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن کا حکم دیا تھا۔ بخاری شریف میں اس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ

---

[1] المحلی ج ۸ ص ۲۸۶ مصر مطبوعہ

فاذا عمر بن الخطاب عندہٗ قال ابو بکر ان عمر اتانی
فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقرّاء القرآن وانی
اخشٰی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب
کثیرٌ من القرآن وانی اریٰ ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر
کیف تفعل شیئاً لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
قال عمر هٰذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتّٰی شرح
اللہ صدری لذٰلک ورأیت فی ذٰلک الذی رأی عمر قال زید
قال ابو بکر انّک رجل شابٌّ عاقل لانتهمک وقد کنت تکتب
الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه
فواللہ لو کلّفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ ممّا
امرنی به من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئاً لم یفعله
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال هو واللہ خیر فلم یزل
ابو بکر یراجعنی حتّٰی شرح اللہ صدری للذی شرح له
صدر ابی بکر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب
واللخاف وصدور الرجال حتّٰی وجدت اخر سورة التوبة
مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدها مع احد غیره لقد
جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حتّٰی
خاتمة براءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتّٰی توفاه
اللہ ثم عند عمر حیاته ثم عند حفصة بنت عمر۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۴۵ - ۷۴۶)

زید بن ثابتؓ کہتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے میرے پاس جنگ یمامہ کے بعد پیغام بھیجا۔
ان کے ہاں عمر بن الخطابؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ میرے پاس آئے
اور کہا۔ جنگ میں کافی قرار کام آگئے ہیں۔ مجھے خوف ہے اگر قرار کے حق میں

جنگ کا معاملہ اسی طرح گرم رہا تو قرآن کا کافی حصہ تلف چلا جائے گا۔ میری رائے ہے۔ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم صادر کریں میں نے عمرؓ سے کہا تو نے ایسے کام کا ارادہ کیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمرؓ نے کہا۔ ھذا و اللہ خیر۔ اللہ کی قسم۔ یہ بہتر ہے۔ عمرؓ مجھے اس بارے میں بار بار توجہ دلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا شرح صدر فرما دیا۔ اب میری رای عمرؓ کی رای ہے۔ ابوبکرؓ نے مجھے کہا تو ایک عاقل نوجوان شخص ہے۔ ہمیں آپ پر کسی قسم کا غلط گمان نہیں ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی بھی تھے۔ قرآن کا تتبع کرو اور اسے جمع کرنے کی کوشش کرو۔ زیدؓ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم۔ اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی نقل مکانی کا حکم دیتے۔ مجھ پر اتنا دشوار نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کا جمع کرنا۔ میں نے کہا آپ نے کیسے کام کا تہیہ کیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا بخدا یہ بہتر ہے۔ وہ مجھے بار بار اس کام کے لیے تیار کرتے رہے۔ تا اینکہ اللہ تعالیٰ نے میرا شرح صدر بھی اس کام پر فرما دیا جس پر ابوبکرؓ و عمرؓ کا شرح صدر فرما دیا تھا۔ میں نے قرآن کا تتبع کر کے اسے کھجور کی چھڑیوں۔ سفید پتھر کی پلیٹوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا حتیٰ کہ میں نے سورۃ توبہ کا آخر ابوخزیمہؓ انصاری کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ پایا۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز عَلَیْہِ ما عنتم۔ تا آخر سورہ براءۃ۔ تو یہ نسخے ابوبکرؓ کے پاس تھے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ پھر عمرؓ کی زندگی میں عمرؓ کے پاس پھر ان کی لڑکی حفصہؓ کے پاس۔

حضرت عمرؓ کی کمال فراست اور کتاب اللہ کے بارے میں کمال تیقظ کی یہ بہترین مثال ہے چونکہ یہ کام بہت مہتم بالشان تھا سوائے خلیفہ کے اس کا انجام پانا مشکل تھا اس لیے سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں یہ مشورہ پیش کیا وہ سمجھتے تھے کہ ہم کتاب اللہ کے پاسبان ہیں اگر ہم نے اس ذمہ داری کو قبول نہ کیا تو ہم سخت وعید کے مستحق ہوں گے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ[1]
(القرآن)

اگرتم دین کی مدد سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اور قوم بدل کر لائے گا پھر وہ آپ کی مانند نہیں ہوگی۔

حالانکہ یہ اعلانِ خداوندی بھی ان کے سامنے تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ[2] (الآیۃ)

ہم ہی نے ذکر یعنی قرآن اُتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہ جمع قرآن اور اس کے تلف کا خوفِ الٰہی ذمہ داریوں کی بناپر تھا اور سابقہ امم میں بھی ہر امت کا یہ فریضہ رہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا[3] (الآیۃ)

ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق اللہ کے نبی جو حکم خداوندی کے سامنے منقاد تھے یہودیوں کے حق میں فیصلہ دیتے تھے ربانی لوگ یعنی سچے پیر اور ماہر عالم بھی اسی پر فیصلہ سناتے تھے۔ اس لیے کہ ان سے اللہ کی کتاب کی ذمہ داری کا عہد لیا گیا تھا اور وہ اس پر شاہد تھے۔ (ان سے کہا گیا) لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات (احکام) کے عوض (دنیا کا) قلیل مال ومتاع نہ خریدو۔

---

[1] سورۃ محمد آیت ۳۸

[2] سورۃ الحجر آیت ۹

[3] سورۃ المائدہ آیت ۴۴

بعض تورات کی حفاظت انبیاء کے اور خدا پرست عابد اور علماء کے ذمہ لگائی گئی تھی اور وہ اس پر علماً اور عملاً گراہ بھی تھے ۔ یہ حفاظت خداوندی قرآن مجید کے حق میں بہت بڑی ہے کہ خلفائے راشدین کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اتنا بڑا احساس پیدا کر دیا تھا جس پر حضرت زید بن ثابت رضی اپنی اس کوشش کو سر بمہر کرتے ہیں کہ میں نے کھجوروں کی چھڑیوں، پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن مجید جمع کر کے حضرت سیدنا ابوبکر کو دے دیا فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ فقط

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

اما نشر شیخین علم شریعت را و واسطہ بودن درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وامت او در علوم پس تفصیلی دارد یک ساعت خاطر را متوجہ آں باید ساخت اعظم میراثی کہ از آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بامت مرحومہ رسید قرآن عظیم است و جملۂ آں قُرّاء وکتبۂ قرآن عظیم اند برسم قرآن و ہر چہ امروز بدست مردماں باقی ماند از علوم قرأۃ و رسم منشاء آں شیخین بودہ اند[1]

"حضرات شیخین (ابوبکر رض و عمر رض) کا علم شریعت کو عام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے مابین علوم کا واسطہ ہونا تفصیل طلب ہے تھوڑی دیر کے لیے دل کو ادھر متوجہ کرنا چاہیے ۔ وہ بڑی میراث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت مرحومہ تک چلی آ رہی ہے ۔ وہ قرآن عظیم ہے ۔ قاری اور کاتب حضرات اس کے حامل ہیں ۔ آج ہمارے پاس جو علوم مروجہ قرارت اور کتابت پائے جاتے ہیں ۔ ان کا منشا شیخین رحمہما اللہ ہیں ۔

مزید تحقیق و تدوین کے بعد حضرت عثمان رض نے پوری امت کو ایک مصحف پر جمع کر دیا اور یہ وہی مصحف تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں پڑھا جاتا تھا ۔

فَاسْتَشَارَ عُثْمَانُ رض الصَّحَابَةَ فِي ذٰلِكَ فَجَمَعَ اللّٰهُ تَعَالَى الامة بِحُسْنِ

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۵۰ المکتبہ السلفیہ لاہور

اِخْتِیَارِ الصَّحَابَۃِ عَلٰی مُصْحَفٍ وَاحِدٍ ھُوَ اٰخِرُ الْعَرْضَاتِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (قُرَّۃُ العینین ص ۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ صحابہ کرام کے حُسنِ پسند کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن مجید کے نسخہ پر جمع کر دیا۔ جوکہ آپؐ کے دور کا آخری نسخہ تھا۔

حتیٰ کہ جو نسخہ متفق علیہ رسم الخط کے خلاف پایا جاتا تھا اُسے مرفوع اور منسوخ الحکم میں سمجھ کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور اختلاف کے ڈر سے منکر اور شاذ وغیرہ روایات کے پیشِ نظر دیگر تمام نسخوں کو جلا دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے پاس ایک ہی اصل رہے، یہی مرجع اور معتمد علیہ ہو۔ لہذا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ موجود قرآن ہی وہ قرآن ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے حتیٰ کہ اس کی رسم الکتابت بھی بعینہٖ محفوظ ہے۔

وَالْمَکْتُوْبُ بَیْنَ اللَّوْحَیْنِ وَھُوَ الْمَحْفُوْظُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْعِبَادِ وَھُوَ الْاِمَامُ لِلْاُمَّۃِ وَلَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّعْدُوَ فِی اللَّفْظِ اِلٰی مَا ھُوَ خَارِجٌ مِّنْ رَسْمِ الْکِتَابَۃِ وَالشَّوَاذِ۔ (قرۃ العینین ص ۵۱)

آج جو قرآن دو لوح یعنی دو تختیوں میں لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے یہ محفوظ چلا آرہا ہے۔ یہ اُمت کا امام ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ لفظی طور پر کسی ایسے لفظ کا انتخاب کرے جو اس کی رسم الخط اور شواذ سے خارج ہو۔

یہی وُہ قرآن ہے جس کا آخری دور آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے کیا تھا جسے خلفاءِ راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے اپنی ملی جلی کوشش سے وعدۂ خداوندی "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ" کے پیشِ نظر اپنے اتفاق سے مامون و محفوظ کر دیا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

فَاِنَّہٗ قَدْ ثَبَتَ فِی الصِّحَاحِ عَنْ عَائِشَۃَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یُعَارِضُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ عَارَضَهُ بِهِ مَرَّتَيْنِ وَالْعَرْضَةُ الْأَخِيرَةُ هِيَ قِرَاءَةُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَغَيْرِهِ وَهِيَ الَّتِي أَمَرَ أَمَرَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ بِكِتَابَتِهَا فِي وَكَتَبَهَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فِي صُحُفٍ أَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ بِكِتَابَتِهَا ثُمَّ أَمَرَ عُثْمَانُ فِي خِلَافَتِهِ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَإِرْسَالِهَا إِلَى الْأَمْصَارِ وَجَمَعَ النَّاسَ عَلَيْهَا بِاتِّفَاقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلِيٍّ وَغَيْرِهِ (فتوی شیخ الاسلام ص ۳۹۵ جلد ۱۳ باب حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحاح میں یہ ثابت ہے "جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے دو مرتبہ دور کیا۔ زیدؓ بن ثابت وغیرہ کی قرائت یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور سے متعلق ہے۔ خلفاء راشدین ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم نے اپنے مصاحف میں اسی قرائت کی کتابت کا حکم دیا ہے۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے دور خلافت میں اپنے مصاحف میں اسی کو لکھا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی کی کتابت کا حکم دیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مصاحف میں اسی قرارت کو لکھنے کا حکم دیا۔

۱۳۔ بعض نے قرآن میں وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ کیساتھ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کا اضافہ کیا ہے۔ بحوالہ بخاری؟

بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۲ میں آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ کے بعد متصل وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کے الفاظ نہیں ہیں۔ نہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اور نہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ط

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب وانذر عشیرتک الاقربین۔ اتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ وادی صفا پر چڑھے تو بنی فہر۔ بنی عدی۔ خاندان قریش کو مخاطب کیا۔ سب جمع ہوگئے۔ جب کوئی شخص خود نہیں جا سکتا تھا۔ قاصد بھیج دیتا تھا۔ تاکہ واقعہ کا پتہ چلے۔ اتنے میں ابولہب آیا۔ قریش بھی آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو بتلاؤ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ وادی میں ایک لشکر ہے حملے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ کیا تم میری تصدیق کروگے۔ وہ بولے ہم نے آپ کا بار بار تجربہ کیا مگر آپ سچے کا تجربہ ہوا۔ فرمایا میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ ابولہب بولے۔ تجھے ہمیشہ ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے ہم کو اس لیے بلایا ہے۔ اس پر سورۃ تبت یدا ابی لہب۔ نازل ہوئی۔

البتہ حضرت ابن عباس رضؓ سے تبّت کی تفسیر میں یہ الفاظ آئے ہیں تو یہ تفسیری الفاظ پر محمول ہوں گے یا پھر یہ الفاظ منسوخ ہیں جیسا کہ حاشیہ میں ہے۔ قرأۃ قرأھا ابن عباسؓ ثمّ نسخت تلاوتھا۔ (ج ۲ ص ۷۴۳)

۱۴۔ سورۃ اللیل میں وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنثیٰ کی بجائے وَالذَّکَرَ وَالْاُنثیٰ کے الفاظ تھے۔ بحوالہ بخاری؟

سورۃ اللیل میں وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنثیٰ کے الفاظ کے بارے میں حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وَھٰؤُلَاءِ یَأْبَوْنَ عَلَیْنَا یعنی اہلِ شام لفظ "وَمَا خَلَقَ" کے ترک کرنے کا انکار کرتے ہیں اور اس زیادتی پر مُصِر ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ قرأت (وَمَا خَلَقَ کے ترک کی) صرف عبداللہؓ بن مسعود، آپ کے تلامذہ اور حضرت ابوالدرداءؓ کی ہے جبکہ دوسری طرف جمہور صحابہؓ میں جو خلفاءؓ راشدین کے جمع کردہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو عقلاً و نقلاً وہی روایت مستند ہے جو جمہور کہتے ہیں اور وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَالذَّکَرَ وَالْاُنثیٰ کی روایت منسوخ سمجھی جائے گی۔ مصحف عثمانی کے علاوہ تمام نسخے جلا دیے گئے تھے گو ان میں بعض الفاظ بروایات متصلہ مرفوعہ ثابت تھے لیکن دوسری طرف جماعت کی روایات متواترہ تھیں جن کی وجہ سے انہیں منسوخ و متروک سمجھا گیا۔

حضرت ابوالدرداءؓ کے تلامذہ شام میں تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ کوفہ میں تھے لیکن ان میں سے کسی نے بحذف " مَا خَلَقَ " کی روایت کو نقل نہیں کیا اور نہ اس طرح پڑھا ہے۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کالعھن المنفوش کی جگہ کالصوف المنفوش پڑھنا؟

بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۴۱، میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سورۃ القارعۃ میں کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ کی جگہ کَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ پڑھتے تھے۔ عھن کے معنی صوف کے آتے ہیں لہٰذا دونوں قرأتیں صحیح اور درست ہیں کسی کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کہ یہ قرآن میں زیادتی ہے لیکن چونکہ جمہور صحابہؓ کی قرأت پر اتفاق ہوچکا ہے لہٰذا کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ہی پڑھا جائے گا۔ اس قسم کی روایات سات لُغات کی مد میں آتی ہیں جن پر قرآن نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے۔

أَنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ[1] یعنی قرآن سات لغتوں میں نازل ہوا ہے۔ یہ لغات آپس میں متضاد اور متناقص نہیں ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ خود حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وَلَا نِزَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ الْحُرُوفَ السَّبْعَةَ الَّتِي أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَيْهَا لَا تَتَضَمَّنُ تَنَاقُضَ الْمَعْنَىٰ وَتَضَادَّهُ بَلْ قَدْ يَكُونُ مَعْنَاهُمَا مُتَّفِقًا أَوْ مُتَقَارِبًا كما قال عَبْدُ اللّٰهِؓ بن مسعود إِنَّمَا هُوَ كَقَوْلِ أَحَدِكُمْ أَقْبِلْ وَهَلُمَّ وَتَعَالَ. وَقَدْ يَكُونُ مَعْنَىٰ أَحَدِهِمَا لَيْسَ هُوَ الْمَعْنَى الْآخَرِ لٰكِنْ كِلَا الْمَعْنَيَيْنِ حَقٌّ وَهٰذَا اخْتِلَافُ تَنَوُّعٍ وَتَغَايُرٍ لَا اخْتِلَافَ تَضَادٍّ وَتَنَاقُضٍ وَهٰذَا كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا حَدِيثُ - أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ - يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهَا كُلِّهَا وَاتِّبَاعُ مَا تَضَمَّنَتْهُ مِنَ الْمَعْنَىٰ عِلْمًا وَعَمَلًا لَا يَجُوزُ تَرْكُ مُوجِبِ إِحْدَاهُمَا لِأَجْلِ الْأُخْرَىٰ ظَنًّا أَنَّ ذٰلِكَ تَعَارُضًا بَلْ كَمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُودٍ مَنْ كَفَرَ بِحَرْفٍ مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ بِهِ كُلِّهِ[2]

مسلمانوں میں اس امر میں نزاع نہیں ہے۔ کہ حروف سبعہ جن پر قرآن نازل ہوا وہ باہم معنی کے تناقص اور تضاد پر مشتمل ہو۔ بلکہ ان کے معنی متحد اور متقارب ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اختلاف ھلم وتعال کی طرح ہے کبھی ایک لفظ دوسرے کے معنی نہیں ہوتا۔ لیکن وہ دونوں معانی اپنے مقام میں درست ثابت ہوتے ہیں یہ تعبیر کا اختلاف ہے حقیقی نہیں ہے۔

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۷۴۶ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۱۳ ص ۳۹۱ مطبوعہ ریاض

حدیث میں وارد ہے۔ قرآن سات لغات پر نازل ہوا، ان سب پر ایمان لانا اور علماً و عملاً ان کا اتباع کرنا ضروری ہے۔ ایک کی وجہ سے دوسرے کا ترک لازم نہیں آتا اور یہ عذر صحیح نہیں کہ یہ باہم متعارض ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو ان سات حروف میں سے کسی ایک حرف کا انکار کرے گا۔ وہ سب کا منکر متصور ہوگا۔

۱۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورۃ جمعہ میں فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کی جگہ فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے؟

صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۷ میں ہے کہ حضرت عمرؓ سورۃ الجمعہ میں فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کی جگہ فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ پڑھتے تھے۔ تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ کی جگہ کَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ پڑھتے تھے لہذا دونوں قرأتیں صحیح ہیں۔ سعی سے مراد لغوی طور پر سرپٹ دوڑنا مراد نہیں ہے بلکہ با وقار چلنا مراد ہے تو "فاسعوا" اور "فامضوا" دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ درمنثور میں حضرت قتادہؓ سے مروی ہے:

عَنْ قَتَادَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ السَّعْیُ أَنْ تَسْعٰی بِقَلْبِكَ وَعَمَلِكَ وَهُوَ الْمَضِیُّ إِلَيْهَا قَالَ اللّٰہُ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ لَمَّا مَشٰی مَعَ أَبِيْهِ۔ (درمنثور ج ۶ ص ۲۱۹)

لیکن مصحف عثمانی میں حضرت ابی بن کعب کی قرأت "فَاسْعَوْا" درج ہے اور یہی معمول بہا ہے۔

۱۷۔ لیس علیکم جناح الخ کی آیت میں فی مواسم الحج کا اضافہ؟

صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۸ میں آیت لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ کے ساتھ "مواسم الحج" کی عبارت تفسیر یہ ہے قرآن مجید کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی بخاری شریف میں اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ الفاظ "فی مواسم الحج" کا بھی نزول ہوا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقَ فَتَأَثَّمُوا أَنْ يَتَّجِرُوا فِي مَوَاسِمَ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ ۔

(جار مجرور متعلق نزلت کے ہے نہ کہ آیت کا حصہ ہے) یعنی حبیب صحابہؓ نے مواسم حج میں جاہلیت کی منڈیوں میں تجارت کی حرج محسوس کی تو اس کے لیے یہ آیت اُتری تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ چونکہ مواسم حج میں تجارت کا سوال تھا تو اس پر آیت نازل ہوئی تو یہ آیت اسی حکم کے ساتھ مقید ہے۔ حاشیہ بخاری میں ہے۔ کلام الراوی ذکرہ تفسیر اللآیۃ الکریمۃ بخاری ج ۱ ص ۲۳۸، جو شخص مفسرین کی عادت شریفہ سے واقف ہوگا وہ سمجھے گا کہ اس قسم کی عبارتیں تفسیر یہ ہوتی ہیں اور عبارات مفسرین میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

۱۸۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی آیت میں صلوٰۃ العصر کا اضافہ جو حضرت عائشہؓ کی روایت میں پایا جاتا ہے

صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۷ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آیت حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں لفظ "صلوٰۃ العصر" کا جزو قرآن ہونا منقول ہے اس بارے میں حضرت عائشہؓ کا رجوع ثابت ہے۔

اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ اَبِي دَاؤدَ فِي الْمَصَاحِفِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اُمِّ حُمَيْدِ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَقَالَتْ كُنَّا نَقْرَأُهَا فِي الْحَرْفِ الْاَوَّلِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَافِظُوا عَلَى الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ [1]

---

[1] (درمنثور ج ص ۳۰۲) مطبوعہ ایران

یعنی یہ سابقہ قرأت ہے جسے ہم پڑھا کرتے تھے اب یہ منسوخ ہے۔ نیز صلوٰۃ وسطیٰ میں صحابہ کرامؓ کا خاصہ اختلاف ہے بعض اسے صلوٰۃ الصبح سمجھتے ہیں حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، علیؓ، زیدؓ بن ثابت، اُسامہؓ بن زید بلکہ بعض روایات میں حضرت عائشہؓ سے بھی صلوٰۃ الظہر منقول ہے۔ تو اگر یہ قرأت وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وصلوٰۃ العصر قرآن ہوتا تو اس میں اتنے اختلاف کیوں ہوتے۔ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہوتا ہے، قرأت شاذہ کو قرآن نہیں کہا جا سکتا۔

وَالْقُرْآنُ لَا یَثْبُتُ اِلَّا بِالتَّوَاتُرِ بِالْاِجْمَاعِ۔ (نووی ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، ابن شہاب زہریؒ سے منقول ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب اس آیت پر آؤ تو مجھے مطلع کرنا جب وہ اس پر پہنچے تو آپ نے کہا۔ صلوٰۃ الوسطیٰ کے ساتھ۔ وہی صلوٰۃ العصر کے الفاظ لکھو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے آپ سے دریافت کیا۔

أَلَكِ بِهٰذَا بَيِّنَةٌ قَالَتْ لَا۔ یعنی تمہارے پاس اس باب میں شرعی گواہ ہیں اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا فَوَاللّٰہِ لَا نُدْخِلُ فِی الْقُرْآنِ مَا تَشْهَدُ بِهِ امْرَأَةٌ بِلَا إِقَامَةِ بَيِّنَةٍ۔ یعنی اللہ کی قسم ہم قرآن میں صرف ایک عورت کے کہنے سے بغیر گواہوں کے ایسی بات داخل نہیں کرتے۔ (درمنثور ج ۱ ص ۳۰۲)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت حفصہؓ اس باب میں تنہا تھیں اور وہ حضرت عائشہؓ سے بھی اپنی شہادت مہیا نہیں کر سکیں جس کی وجہ سے ان کی اس بات کو رد کر دیا گیا۔

۱۹۔ شیطان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور زبان پر قبضہ کر کے آپکی زبان سے سورہ نجم پڑھتے ہوئے بتوں کی تعریف یوں جاری کرا دی تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلٰى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى۔

متعدد تفاسیر مثلاً کشاف[1]، درمنثور[2]، فتح البیان وغیرہ میں جو یہ روایات آتی ہیں کہ شیطان

---

[1] ج ۳ ص ۱۶۴ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۴۶ء [2] ج ۴ ص ۳۶۶ مطبوعہ بیروت لبنان

نے آپؐ کے دل و زبان پر قبضہ کر کے سورہ النجم پڑھتے ہوئے آپؐ کی زبان سے بتوں کی تعریف جاری کرا دی تلك الغرانیق العُلیٰ وان شفاعتھن الترتجی ۔ یعنی یہ بُت بہت بُلند مرتبہ ہیں اور یقیناً ان کی شفاعت کی اُمید کی جا سکتی ہے تو اس قسم کی روایات سے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی روایات کی سند میں کلام ہے ۔ کیونکہ یہ کبھی باور نہیں کیا جا سکتا کہ ایک معصوم شخصیت جس نے عَلم توحید بلند کیا ہو پھر اُسی کی زبانی اُن کے معبودانِ باطلہ کی مدح سرائی کی جائے اور توحید سوز الفاظ اُسی کی زبانی کفار اور منافقین کو سنائے جائیں اور ان کی دل جوئی کے لیے شرک سازی کی جائے ۔ حاشا وکلا کبھی نہیں ہو سکتا ۔

امام عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ المتوفی ۵۹۷ھ فرماتے ہیں :

وَهٰذَا لَا يَصِحُّ لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْصُوْمٌ عَنْ مِثْلِ هٰذَا[1] (زادا ج ۵ ص ۴۴۱) اور یہ صحیح نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے معصوم ہیں ۔

علامہ ابن کثیرؒ اور دیگر جم غفیر مفسرین کا بھی یہی نظریہ ہے قَدْ ذَكَرَ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ هٰهُنَا قِصَّةَ الْغَرَانِيْقِ وَلٰكِنَّهَا مِنْ طُرُقٍ مُرْسَلَةٍ وَلَمْ أَرَهَا مُسْنَدَةً مِنْ وَجْهٍ صَحِيْحٍ ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یعنی ایک متصل سند بھی اس باب میں صحیح طور پر موجود نہیں ہے ۔

قَالَ الْإِمَامُ الرَّازِي أَمَّا اهل التحقيق فَقَدْ قَالُوْا هٰذه الرِّوَايَةُ بَاطِلَةٌ مَوْضُوْعَةٌ[2] امام رازی کہتے ہیں ؛ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى والی روایت باطل اور موضوع ہے ۔ قال ابن خزیمة هٰذا اوضع من الزنادقة[3] ابن خزیمہ کہتے ہیں ۔ یہ روایت بے دین لوگوں کی بنائی ہوئی ہے ۔ قال البیهقی غیر ثابت من جهةِ النَّقْل بیہقی کہتے ہیں ۔ یہ روایت بطور نقل کے ثابت نہیں ہے ۔

لہ زاد المسیر ج ۵ ص ۴۴۱ علی ھامشہ المکتبہ الاسلامی بیروت لبنان ۔

۲ہ تفسیر کبیر الرازی ج ۲۳ ص ۵۰

ثانیاً اگر ایسی روایات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ بعض کفار نے یہ جملہ اپنی طرف سے ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

وَلَوْ صَحَّ كَانَ الْمَعْنَى أَنَّ بَعْضَ شَيَاطِيْنِ الْإِنْسِ قَالَ تِلْكَ الْكَلِمَاتِ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا تَلَا لَغَطُوْا كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۴۴۴)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سورہ نجم میں لکھتے ہیں قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے۔ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةِ الثَّالِثَةِ الْأُخْرٰى هٰؤُلَآءِ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى۔ کتب تفسیر میں اس موقعہ پر ایک قصہ نقل کیا ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہنچتا اگر فی الواقع اس کی کوئی اصل ہے تو شاید یہی ہوگی کہ آپؐ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورت پڑھی۔ کفار کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کو سننے نہیں دیتے تھے اور دورانِ تلاوت شور و غل اور گڑبڑ مچا دیں۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔

(سورۃ حم سجدہ پ ۲۴)

جب آپؐ نے سورۃ نجم تلاوت کی ہوگی تو کسی کافر شیطان نے آپؐ کی آواز میں آواز ملا کر آپ ہی کے لب و لہجہ میں الفاظ کہہ دیے ہوں گے جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے یعنی تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى الخ۔ آگے تعبیر و ادا میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کی زبان پر شیطان کو ایسا تصرف کب حاصل ہو سکتا ہے اور جس چیز کا ابطال اور رد آگے کیا جا رہا ہے اس کی مدح سرائی کے کیا معنی؟"

ثالثاً۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ الفاظ آپؐ کی زبان پر جاری ہو گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس القاءِ شیطانی کو مٹا دیا اور اس کی جگہ آیات محکمات کو پختہ کر دیا۔ تاکہ اس ابتلاء سے فتنہ گر لوگوں کا مرض بڑھ جاتے اور قسی القلوب اس پر اڑے رہیں اور علم والوں کا یقین اور بڑھے

اور وہ حق پر قائم رہیں۔ یہ سب اُمور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۙ لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُہُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۢ بَعِیْدٍ ۙ وَّلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَیُؤْمِنُوْا بِہٖ فَتُخْبِتَ لَہٗ قُلُوْبُہُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ (سورۃ الحج پ ۱۷)

ظاہر ہے کہ جو حکم خداوندی صحیح اور ثابت ہو جب اس کی نسخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق ہیں اور فرماتے ہیں کہ اول حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اب یہ دوسرا حکم بھی اُس کی طرف سے ہے تو اس بات میں کہ اول امر القائے شیطانی ہے اور دوسرا حکم یعنی اُس کی نسخ رحمانی ہے بطریق اولیٰ صادق ہوں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

اَلْاٰثَارُ فِیْ تَفْسِیْرِ ہٰذِہِ الْاٰیَۃِ مَعْرُوْضَۃٌ ثَابِتَۃٌ فِیْ کُتُبِ التَّفْسِیْرِ وَالْحَدِیْثِ وَالْقُرْاٰنُ تُوَافِقُ ذٰلِکَ فَاِنَّ نَسْخَ اللّٰہِ لِمَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ وَاِحْکَامَہٗ اٰیَاتِہٖ اِنَّمَا یَکُوْنُ لِرَفْعِ مَا وَقَعَ فِیْ اٰیَاتِہٖ وَتَمْیِیْزِ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ حَتّٰی لَا یَخْتَلِطُ اٰیَاتُہٗ بِغَیْرِہَا وَجَعَلَ مَا اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُہُمْ اِنَّمَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ ظَاہِرًا یَسْمَعُہُ النَّاسُ لَا بَاطِنًا فِی النَّفْسِ وَالْفِتْنَۃُ الَّتِیْ تَحْصُلُ بِہٰذَا النَّوْعِ مِنَ النَّسْخِ مِنْ جِنْسِ الْفِتْنَۃِ الَّتِیْ تَحْصُلُ بِالنَّوْعِ الْاٰخَرِ مِنَ النَّسْخِ وَہٰذَا النَّوْعُ اَدَلُّ عَلٰی صِدْقِ الرَّسُوْلِ وَبُعْدِہٖ عَنِ الْہَوٰی مِنْ ذٰلِکَ النَّوْعِ فَاِنَّہٗ اِذَا کَانَ یَاْمُرُ بِاَمْرٍ ثُمَّ یَاْمُرُ بِخِلَافِہٖ وَکِلَاہُمَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَہُوَ

مُصَدَّقٌ فِیْ ذٰلِکَ فَاِذَا قَالَ عَنْ نَفْسِہٖ اَنَّ الثَّانِیْ ھو۔ الَّذِیْ مِنْ عِنْدِ اللہِ وَھُوَ النَّاسِخُ وَاِنَّ ذٰلِکَ الْمَرْفُوْعُ الَّذِیْ نَسَخَہُ اللہُ لَیْسَ کَذٰلِکَ کَانَ اَدَلَّ عَلیٰ اِعْتِمَادِہٖ لِلصِّدْقِ وَقَوْلِ الْحَقِّ [1]

اس آیت کی تفسیر میں مروی آثار کتب تفسیر اور حدیث میں ملتے ہیں۔ قران اس سے موافقت کرتا ہے۔ کیونکہ القاء شیطانی کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنی آیات کو پختہ کرنا اس لیے تھا کہ التباس رفع ہو جائے اور حق کھل کر سامنے آجائے۔ ان آیات کا ایک دوسرے سے خلط نہ ہو۔ القاء شیطانی کا ایک ظاہری فتنہ ہوتا ہے۔ باطنی فتنہ نہیں ہوتا۔ یہ فتنہ جو اس قسم کی نسخ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس فتنہ کی طرح ہے۔ جو دوسرے نسخ سے حاصل ہوتا ہے، (زیادہ اہم نہیں ہوتا) اس قسم کی نسخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دال ہے اور اس پر کہ آپ ہوی نفس سے بہت دور ہیں۔ جب ایک حکم کے بعد اسکے خلاف دوسرا حکم کرتے ہیں اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوں امیں آپ سچے ہوتے ہیں۔ تو جب ایک حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہو اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو یہ آپ کے صدق پر زیادہ دال ہے اور آپ پر اعتماد کے لحاظ سے زیادہ قوی ہوگا۔

۲۰۔ کیا سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد عہد فاروقی میں بھی جمع قرآن کی جدوجہد جاری رہی۔ کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نسخہ ناکافی تھا؟

قرآن مجید کی تالیف میں وہ طریقہ اختیار کرنا ضروری تھا جس کو متفقہ طور پر امت کے لیے بطور ضابطۂ حیات پیش کیا جا سکتا۔ اُمت میں ہر فکر اور ہر طبع کے آدمی ہوتے ہیں پھر عامۃ الناس سطحی ذہن رکھتے ہیں وہ قرأت میں اختلاف، ناسخ و منسوخ آیات، اسی طرح روایات احاد۔ مشہور اور متواتر کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اسی کے پیش نظر حضرات شیخین کو تالیف قرآن

---

[1] مجموعہ رسائل ابن تیمیہ ص ۴۳

کی ضرورت کا اہتمام پیدا ہوا۔ جو بہ وقت الہامِ خداوندی تھا کیونکہ اگر اُس وقت یہ کام شروع
نہ کیا جاتا جو عالمِ اسلام کا بہترین متفق علیہ دور کہلاتا ہے، اسلام نے اس جیسا دور اپنے لیے امن
وچین والا نہیں دیکھا تو لامحالہ فیضیابِ نبوت کی لاتعداد جماعت (جن میں تبلیغِ اسلام، جہاد فی
سبیل اللہ، اور ہجرت پھر دُور دراز ملکوں میں اسلام کی دعوت وغیرہ اُمور نے انہیں قرآن پاک
کی مکمل تعلیم، تقدیم وتاخیر آیات اور نسخ ومنسوخ کے احکام حاصل کرنے کا موقع نہیں پہنچایا جس نے
جو کچھ سُن پایا تا اطلاعِ ثانی اس پر کاربند رہا) مختلف ہوئی اور ہر شِرْذِمَۃ قَلِیْلَۃ اپنا اپنا نسخہ
پیش کرتا اس صُورت میں نہ تو یہ کہا جا سکتا کہ اس جماعت کا نسخہ ناقص اور غلط ہے اور نہ یہ کہنا
صحیح تھا کہ یہ وہ آخری نسخہ ہے جس کا آپ نے آخری دَور بامرِ خداوندی جبرائیل علیہ السلام سے
کیا تھا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ شخص اسے ترتیب دے جسے آخری دَور کی قرأت
پر عبور ہو بلکہ کاتب وحی بھی ہو وُہ حضرت زیدؓ بن ثابت تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے:

وَالْعَرْضَةُ الْآخِرَةُ هِيَ قِرَاْءَةُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَغَيْرِهِ وَهِيَ الَّتِيْ
أَمَرَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ بِكِتَابَتِهَا
فِي الْمَصَاحِفِ وَكَتَبَهَا أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فِيْ خِلَافَةِ أَبِيْ بَكْرٍ فِيْ
صُحُفٍ أَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ بِكِتَابَتِهَا ثُمَّ أَمَرَ عُثْمَانُ فِيْ خِلَافَتِهِ
بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَإِرْسَالِهَا إِلَى الْأَمْصَارِ وَجَمْعِ النَّاسِ
عَلَيْهَا بِاتِّفَاقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلِيٍّ وَغَيْرِهِ ۔[1]

یہ کام حضرات شیخینؓ کی سرپرستی میں شروع ہوا حضرت زید بن ثابتؓ اس کے
سربراہ مقرر ہوئے اور یہ کام بدستور شیخینؓ کے زمانہ میں جاری رہا جمہور صحابہؓ سے
اس سلسلے میں تعاون حاصل کیا گیا اور کسی خاص فرد کی روایات کو جمع کرنے کا اہتمام
نہیں کیا گیا۔ وہ صحابہؓ جنہوں نے خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید

---

[1] فتوٰی شیخ الاسلام ج ۱۳ ص ۳۹۵ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۲ھ مطابع ریاض

پڑھا تھا ہر ایک کے الفاظ دوسرے سے مختلف تھے وہ تمام الفاظ قرآن مجید کا حصّہ تھے لیکن اس نسخہ میں ان سب کو جمع کرنا مقصود نہیں تھا۔ اس لیے حضرت فاروق اعظمؓ حضرت ابیؓ بن کعب کی عظمتِ قرأت کے باوجود تمامہ ان کی قرأت پر بھی اعتماد نہ کرتے۔ وَأُبَيٌّ أَقْرَأُنَا وَإِنَّا لَنَدَعُ بَعْضَ مَا يَقُولُ أُبَيٌّ. وَإِنَّهُ يَقُولُ أَخَذْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَدَعُهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا. اخرجہ الحاکمؒ[1] اس لیے کہ وہ بعض منسوخ آیات کی بھی تلاوت کرتے ہیں اور اس سے اشتباہ واقع ہوتا ہے۔ عہد صدیقی میں جمع کردہ نسخہ متفق علیہ بین جمیع الصحابہ نہیں تھا بلکہ تدوین کے ابتدائی دور میں تھا۔ یہ سعی کی جا رہی تھی کہ جن کی روایات جمع کی جا چکی ہیں اُن پر باہم نظرثانی کی جائے اور اگر ان راویوں سے زیادہ ثقہ صحابی کا قول ہم پہنچ جائے تو اُسے اس کے مطابق کیا جائے جیسے کہ ماضی کے واقعات پر ایک مفصل تحقیقاتی کمیشن بٹھایا جاتا ہے جب تک جمیع وسائل کو کام میں نہیں لایا جاتا اسوقت تک کمیشن رپورٹ پیش نہیں کر سکتا اسی طرح عہد صدیقی سے عہد عثمانی تک یہ کام جاری رہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ "فاروق اعظمؓ قرآن نسخہ حک و زیادت مے نمود[2]" بمنزلہ نظرثانی کے ہے تو گویا عہد صدیقی میں پورا قرآن مجید اُمت میں موجود تھا البتہ کتابی شکل میں موجود نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ اس قرآن مجید کو جو آیات فی صدور الذین اوتوا العلم کی شکل میں موجود تھا نظرثانی کرکے دن رات کی تگ و دو میں اسے محفوظ کر لیا۔ بطور تفہیم مثال کے یہاں ہم ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

---

[1] ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۱۱ - وفی البخاری بمعناہ ج ۲ ص ۷۴۴ و ج ۲ ص ۶۴۴ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء

[2] ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۱۱ بعدہ۔ فارسی طبع قدیم المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ - (الآیۃ)

حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت کسی سے سُنی تو اسے حضرت ابیؓ بن کعب کے پاس لے گئے اور دریافت کیا کہ کیا یہ آیت آپ نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی؟ حضرت ابیؓ بن کعب نے کہا جی ہاں۔ دوسری دفعہ دریافت کرنے پر بھی کہا جی ہاں۔ جب تیسری دفعہ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا تو حضرت ابیؓ بن کعب غصّے میں آگئے اور کہنے لگے۔ وَاللّٰہِ لَقَدْ اَنْزَلَہَا اللّٰہُ جِبْرَئِیْلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ فَلَمْ فِیْہَا الْخَطَّابَ وَلَا اِبْنَہٗ فَخَرَجَ عُمَرُ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ[1] (اخرجہ الحاکم) یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ پر اور جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت یوں ہی نازل فرمائی تو اس میں نہ تو خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) سے مشورہ لیا اور نہ ہی خطاب کے بیٹے سے۔ تو حضرت فاروقِ اعظمؓ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب فرماتے ہیں:

ومعنی این حدیث آنست کہ فاروق اعظمؓ واؤ در وَالذین اتبعوھم نمی خواند وبعد مناظرہ ابی بن کعب ظاہر شد کہ صحیح وجود اوست پس در مصحف ہماں صحیح را اثبات نمود[2]

یعنی فاروق اعظمؓ والذین اتبعوھم میں واؤ نہیں پڑھتے تھے بعد از بحث و مناظرہ معلوم ہوا کہ یہاں واؤ ہے تو انہوں نے اپنے مصحف میں جس میں حسب سعیِ انسانی متفق علیہ صحیح قرأت جمع کرنے کا التزام کیا گیا تھا واؤ کو درج فرما دیا۔ قرآن مجید جو درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اُمت میں اسے تلقی بالقبول حاصل ہوئی یہ سب کچھ خدمت حضرات شیخینؓ کے زمانہ میں اتمام کو پہنچی اگر کچھ تھوڑا بہت رہ گیا تو حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں وہ پورا ہوا۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر آج حق و باطل کے مابین امتیاز کا کوئی طریقہ ہمارے پاس نہ ہوتا۔

---

[1] ازالۃ ج ۲ ص ۲۱۱

[2] ایضاً سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :
و در ملت محمدیہ واقع آنست کہ آنچہ متواتر است قرآن است و جامع آں شیخین اند و نزدیک تخالف آرا و اختلاف حروف امروز ہیچ طریق امتیاز درمیاں حق و باطل غیر اعتماد بر شیخین نیست و اگر ایں را باور نمی کنی تامل کن کہ اگر کسے پرسد کہ معوذتین چرا از قرآن شد و دعائے قنوت چرا از قرآن نیست و مانند آں ہیچ جوابی غیر اعتماد بر مصاحف عثمانیہ و قرار داد ایشاں نخواہی یافت و ایں ہمہ عمل فرع عمل شیخین است و آنچہ مشہور است و متفق علیہ درمیاں فرق اہل سنت ہماں ست کہ از شیخین ثابت شدہ بعد از اتفاق کہ کہ در زمان شیخین حاصل شدہ چیزے قلیل است ۔ (قُرَّةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَفْضِيلِ الشَّيْخَيْنِ ص ۱۳۵)

۲۱ - الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ کی عبارت میں اشکال اور اسکا جواب

قرآن مجید اور سنت رسول میں تبدیل و تغییر کے متعلق " الامامۃ والسیاسۃ " کی اصل عبارت یوں ہے ۔

مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ وَبقية الشورى إلى من بمصر مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ - اَمَّا بَعْدُ اَنْ تَعَالَوْا اِلَيْنَا وَتَدَارَكُوْا خِلَافَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلَبَهَا اَهْلُهَا فَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَدْ بُدِّلَ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ قَدْ غُيِّرَتْ وَاَحْكَامَ الْخَلِيْفَتَيْنِ قَدْ بُدِّلَتْ فَنَنْشُدُ اللّٰهَ مَنْ قَرَأَ كِتَابًا مِّنْ بَقِيَّةِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالتَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ اِلَّا اَقْبَلَ اِلَيْنَا اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقِيْمُوا الْحَقَّ عَلَى الْمِنْهَاجِ الْوَاضِحِ الَّذِيْ فَارَقْتُمْ عَلَيْهِ نَبِيَّكُمْ وَفَارَقَكُمْ عَلَيْهِ الْخُلَفَاءُ غُلِبْنَا عَلٰى حَقِّنَا وَاسْتُوْلِيَ عَلٰى فَيْئِنَا وَحِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اَمْرِنَا وَكَانَتِ الْخِلَافَةُ بَعْدَ نَبِيِّنَا

خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ وَّرَحْمَةٍ وَّهِيَ الْيَوْمَ مَلِكٌ عَضُوْضٌ مَنْ غَلَبَ عَلٰى شَيْءٍ أَكَلَهُ ۔ (ص ۳۵ طبع مصر)

مہاجرین وانصار اور شوریٰ کے دوسرے ارکان کی جانب سے ان صحابہ اور تابعین کے نام جو مصر میں رہتے ہیں ۔ اما بعد ۔ جلد از جلد ہمارے ہاں آنے کی کوشش کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں نقصان کی تلافی کرو ۔ قبل اس کے خلافت پر متمکن لوگ اس کی بے قدری کریں ۔

کتاب اللہ میں تبدیلی کی گئی اور سنت رسول اللہ میں تغیر واقع ہوا ابوبکرؓ وعمرؓ سابق دونوں خلیفوں کے احکام میں گڑبڑ کی گئی ۔

خط پڑھتے ہی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے ساتھی ہمارے پاس پہنچ جائیں اگر آپ اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۔ چاہیے کہ حق کو ایک بڑی شاہراہ پر ڈالدیں جس پر آپ لوگوں نے اپنے نبی کو اور خلفاء کو چھوڑا ہے وہ شخص ہمارے حق پر غالب آگیا ہے اور ہماری غنیمت پر قابض ہوگیا ہے اور ہماری آزادی میں حائل ہوگیا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی خلافت نبوت اور رحمت کی خلافت تھی لیکن آج ایک تکلیف رساں بادشاہ کی ہے ۔ جس چیز پر جس کا قبضہ ہوجاتا ہے ۔ وہ اسے ہڑپ کرجاتا ہے ۔

اس پوری عبارت سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ میں تبدیلی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تغیر لفظی ہرگز مراد نہیں بلکہ مضمون اس عبارت کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عملی کوتاہی ہے اور صاحب حق کو حق نہیں ملتا اور پہلے خلفاء کی طرح اس طریقہ پر اب عمل نہیں ہورہا جو خلافت نبوت اور رحمت کے طریقہ پر ہوتا تھا ۔

۲۲ - کیا سیدنا عثمانؓ کے قتل کا سبب تحریف قرآن کو بتایا جاتا ہے؟

حضرت عثمان غنیؓ پر تحریف قرآن کا الزام چند ہوائی لوگوں کا اٹھایا ہوا ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں ۔ کتاب اللہ جمع شیخین است و

سبب اتفاقِ عالَم ۔ بران ذوالنورین است (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص) عہدِ عثمانی میں جو کام ہوا اس کے متعلق یہ الفاظ موجود ہیں ۔

(۱)۔ وَذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ ۔(۲) وَاَرْسَلَهَا اِلَى الْاَمْصَارِ وَجَمْعِ النَّاسِ بِاتِّفَاقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلٰى صَغِيْرِهٖ ۔(۳) حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں ، فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ ۔ تحریف قرآن کا الزام چند ہوائی لوگوں کا اٹھایا ہوا تھا اُن کے دوسرے الزامات کی طرح یہ الزام بھی بے سروپا تھا " الاتقان " میں حضرت علیؓ کے یہ الفاظ ہیں ۔ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ عُثْمَانَ اِلَّا خَيْرًا فَوَاللهِ مَا فَعَلَ الَّذِیْ فِی الْمَصَاحِفِ اِلَّا مِنَّا ماءٍ اَمَنَّا[۲] یعنی حضرت عثمانؓ کے حق میں نیکی کے سوا کچھ نہ کہو اللہ کی قسم انہوں نے قرآن کے بارے میں جو کچھ کیا ہمارے مشورہ سے کیا ۔ تو اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا قرآن بھی یہی تھا اور اُن کے مشورہ سے جمع ہوا تھا ۔ نیز اتقان میں ہے ۔ قَالَ عَلِیٌّ لَوْ وُلِّيْتُ لَعَمِلْتُ بِالْمَصَاحِفِ الَّتِیْ عَمِلَ بِهَا عُثْمَانُ[۳] یعنی اگر میری ولایت و حکومت ہوتی تو میں بھی قرآن مجید کے متعلق وہی کچھ کرتا جو حضرت عثمانؓ نے کیا ۔ تو حضرت عثمانؓ کا قتل صرف آپ کے صبر اور دار الہجرت (مدینہ طیبہ) کو لازم پکڑنے اور اسے نہ چھوڑنے کی وجہ سے تھا ۔ صحابہ و دیگر عامہ المسلمین اپنے حوارین کو لڑائی سے باز رکھنے کی وجہ سے تھا ۔ آپ نے فرمایا لَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ خَلَفَ مُحَمَّدًا فِیْ اُمَّتِهٖ بِالسَّيْفِ ۔ (منہاج ج ۳ ص ۲۰۲) یعنی میں اُمتِ محمدیہ میں وہ پہلا خلیفہ نہ بنوں جو تلوار اٹھانے والا ہو ۔

---

[۱] ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳ مناقب ابن ماجہ مناقب ص ۱۱ مطبوعہ قرآن محل کراچی

[۲] اتقان مترجم ص ۱۵۰ حصہ اول

[۳] اتقان مترجم ص ۱۵۱ حصہ اول نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۳ - کیا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا عثمانؓ کو ناپسندیدہ الفاظ سے یاد کیا ہے ؟ اور آپ پر تحریف کا الزام لگایا ہے ؟ جیسا کہ روضۃ الاحباب ج ۲ میں ہے -

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف اس بات کی نسبت کرنی کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو نعش یا بجو کے نام سے یاد کیا ہے یا تحریف قرآن کا الزام لگایا ہے یہ سراسر غلط ہے۔ حضرت عائشہؓ سے تو اس کے خلاف منقول ہے ان کی طرف اس قسم کی نسبت ہرگز صحیح نہیں بلکہ وہ تو اس حدیث کی راویہ ہیں جس میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عثمان ! اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیص (خلافت) پہنائیں گے۔ لوگ اگر بالجبر اُسے اُتارنے کی کوشش کریں تو اُن کیلیے نہ اُتارنا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

يَا عُثْمَانُ لَعَلَّ اللهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ - (ترمذی وابن ماجہ) بلوائیوں کے جو اعتراضات اور مطالبات تھے آپ نے ایک ایک کر کے اُن سب کو پورا کیا کسی کا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔ بایں ہمہ انہوں نے اپنے اصل مدعٰی (قتل عثمان) کو جو خبث باطن میں چھپاتے تھے پورا کیا۔ اسی پر حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :

مَصَصْتُمُوهُ كَمَا يُمَصُّ الثَّوْبُ ثُمَّ عَمِدْتُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُمُوهُ -

(منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۹۰ المکتبۃ السلفیہ لاہور)

یعنی تم نے عثمانؓ کو ایسے جھنجھوڑا جیسے کپڑے کو دھویا اور صاف کیا جاتا ہے اس پر بازنہ آئے اور اُسے قتل کردیا۔

حضرت عائشہؓ قتل عثمانؓ پر قطعًا راضی نہ تھیں بلکہ وہ عمر بھر قاتلین کی مذمت کرتی رہیں اور اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو بددعا دی۔ جنگ جمل میں ان کی شرکت اور قاتلین سے انتقام طلب کرنا، یہ سب باتیں الزام والی روایت کے منافی ہیں اس روایت کی سند چاہیے اتنے بڑے درجہ کے صحابی کی نسبت ایسی بات کیسے قابل سماعت ہو گی جو ایک عام آدمی کی بابت بھی مسموع نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

أَيْنَ النَّقْلُ الثَّابِتُ عَنْ عَائِشَةَ بِذٰلِكَ (منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۸۸ مکتبہ السلفیہ لاہور -

نیز کتب اہل السنۃ میں جہاں ان مطاعن کا ذکر ہے وہاں مفصل جوابات بھی مذکور ہیں اب اگر کوئی ان مطاعن کو مؤلف کی طرف منسوب کرے تو یہ اُس کا اپنا قصورِ فہم ہے۔

خاتمہ: تحریر ہذا میں چونکہ اصل موضوع تحریف قرآن سے متعلق اعتراضات اور انکے جوابات تک محدود تھا۔ اس لیے روایات سے غلط استدلال کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ اور یہ نہیں بتایا گیا کہ ان آیات کا شانِ نزول وہ نہیں جو معترض نے سمجھا ہے۔ اس خاتمہ میں اس غلط استدلال کی نشان دہی کی گئی ہے۔ غدیر خم کا واقعہ ۱۸ ذالحجہ کو پیش آیا۔ اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیہ عرفہ کے دن ۹ ذی الحجہ کو اتری۔۔ غدیر خم میں اس کے ۹ دن بعد فروکش ہوئے۔ لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ آیت بلغ ما انزل الیک من ربک غدیر خم میں اتری۔ اہل علم متفق ہیں کہ آیت اس سے قبل اتری ہے۔ یہ ان آیات میں سے ہے جو اوائل مدینہ منورہ میں اتری ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ بشرطیکہ آپ تبلیغ رسالت کا حق ادا کریں۔ حجۃ الوداع میں تو تبلیغ رسالت کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ ألا هل بلغت۔ ألا هل بلغت۔ ألا هل بلغت۔ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حاضرین نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اللّٰهم اشهد۔

۲۔ حجۃ الوداع میں خوف کی کیا بات تھی جسکے باعث آپ اس اعلان خلافت علی میں تردد تھے۔ جملہ حاضرین اہل اسلام تھے۔ کوئی کافر نہیں تھا۔ منافقین کا اس پہلے قلع قمع ہو چکا تھا۔ کسی میں محاربہ کی مجال نہ تھی۔ اس حال میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ آیت تبلیغ اتری ہے اور آپ کو بصورت خوف وعید سنائی گئی ہے۔

۳۔ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ حج پڑھا ہے۔ وہ سب آپ کے ساتھ مدینہ منورہ میں نہیں لوٹے۔ بلکہ اہل مکہ مکہ۔ اہل طائف طائف۔ اہل یمن یمن کی طرف اور دیہاتی اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ صرف اہل مدینہ اور اس کے قرب وجوار کے لوگ آپ کے ہمراہ تھے۔ غدیر خم کا واقعہ اگر حجۃ الوداع سے قبل ہوتا جس میں بقول معترض خلافت علیؓ کا حکم دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کی آپکو وعید سنائی گئی ہے۔ تو لامحالہ حجۃ الوداع میں آپ ضرور اس حکم تعمیل فرماتے۔ حالانکہ خطبہ میں آپ نے امامت اور اسکے متعلقات کو بیان نہیں کیا۔

تنبیہ۔ تحریر ہذا میں جو تفسیری روایات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں اکثر غیر ثابت ہیں۔ تفاسیر میں روایات کی تنقید صحت وسقم ثابت الاصل۔ غیر ثابت۔ امور اسنادیہ کا التزام نہیں کیا گیا۔ ثعلبی کی عادت ہے۔ کہ سورت کے شروع میں ابی امام سے ایک معتدبہ حصہ موضوع احادیث کا ذکر تا ہے۔ حاطب اللیل کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے تلمیذ واقدی وامثالہ مفسرین۔ صحیح اور ضعیف برابر نقل کرتے ہیں۔ علامہ بغوی چونکہ عالم بالحدیث تھے۔ انہوں نے اپنی تفسیر مختصر ثعلبی میں ان موضوع احادیث کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اہل بدع کی تفاسیر سے جو حوالے ثعلبی نے لیے ہیں انہیں چھوڑ دیا ہے۔ ثعلبی لاخبرۃ لہ بالحدیث مع دینہ ودیانتہ دین اور دیانت کے باوجود اسے حدیث کی مہارت نہیں ہے۔

محدثین کا اجماع ہے۔ کہ ثعلبی۔ واقدی وغیرہ امثالہم کی خبر واحد سے استدلال درست نہیں ہے۔ ان کی اکثر مرویات ضعیف اور موضوع ہوتی ہیں۔ ابونعیم کی کتاب الفضائل۔ ابوالفتح ابن ابی الفورس۔ ابوعلی الاھواز کے رسائل متعلقہ فضائل علی جیسی روایات کو کبار اہل علم مفسرین محمد بن جریر طبری۔ ابن ابی حاتم ابن المنذر نے درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ فقط۔